مدیر کے نام

پروفیسر عبدالقدیر سلیم ' کراچی

مقالہ خصوصی "پاکستانی قوم کو انتباہ" (اکتوبر ۲۰۰۰ء) بہت واضح اور صاف بصیرت کا آئینہ دار ہے۔ افسوس یہ ہے کہ "ہمیں" بہت دیر سے پتا چلا کہ اسلام اور مسلم اقوام کا اصل حریف مغرب اور اس کا سرخیل امریکہ ہے۔ ہم نے اپنی عنفوانی قوت اور صلاحیت ایک ایسے دشمن سے لڑنے میں صرف کر دی جس کا غلبہ اور جبروت مصنوعی بنیادوں پر کھڑا تھا' اور نتیجتاً آج "یک قطبی دنیا" میں ہمیں ایک زیادہ طاقت ور اور چالاک دشمن کا سامنا ہے' جس کا "چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر" ہے۔ یہ دوست نما دشمن زیادہ خطرناک ہے۔ اس خطرے سے نمٹنے کے لیے پروفیسر خورشید احمد نے جو چھ نکات پیش کیے ہیں' نہایت وقیع ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ میرے خیال میں مغرب سے معاشی مقاطعہ' اختیاری غربت (قومی سطح پر) اور مغرب کی فکر' زبان' طرز زندگی' رسوم و آداب' اطلاعاتی ذرائع کی تحدید اور سوءِ کیف کی عملی مقاومت ضروری ہے۔

آسی ضیائی ' لاہور

سید عرفان گیلانی صاحب کو شکوہ ہے کہ اس سلسلۃ الذہب میں' میں نے مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کا نام کیوں نہ لیا' جب کہ "خود سید مودودی" نے مولانا آزاد" کی اس دینی اور ادبی حیثیت کو قبول کیا ہے ("مدیر کے نام" ' اکتوبر ۲۰۰۰ء)۔

مولانا آزاد کے بارے میں مولانا مودودی کی رائے صرف اتنی ہے کہ ان کی حیثیت ایک ایسے موذن کی ہے جو فجر کی اذان دے کر واپس اپنے گھر میں جا سویا۔ اب اس تبصرے کے بعد میرے لیے کچھ اور کہنے کی کیا گنجایش رہ جاتی ہے! اس رائے کا تعلق بھی مولانا آزاد کی علمی خدمات سے ہے' جب کہ میں نے اپنے مقالے میں اردو ادب کے ارتقا کو ملحوظ رکھا ہے۔

محمد شفیق اعوان ' حضرو' اٹک

ماہنامہ الرشید خصوصی اشاعت پر تبصرے ("کتاب نما" ' اکتوبر ۲۰۰۰ء) میں لکھا گیا ہے: "اور مولانا محمد یوسف (لدھیانوی) نے اپنے دائروں میں عمر بھر علمی اور دینی خدمات انجام دینے میں مصروف رہے" (ص ۸۰)۔ مولانا محمد یوسف لدھیانوی تو ساری زندگی دیوبندی مکتبہ فکر کو حق اور اہل حدیث' جماعت اسلامی اور بریلوی مکتبہ فکر کو باطل ہی ثابت کرتے رہے۔ ان کی صرف ایک کتاب اختلاف امت اور صراط مستقیم کو پڑھ لیجیے جس میں اہل حدیث اور بریلوی حضرات کو باطل ثابت کیا گیا ہے۔ کتاب کے بیشتر صفحات جماعت اسلامی کو باطل ثابت کرنے پر سیاہ کیے گئے ہیں۔ کیا یہ دینی

خدمت ہے؟ یہ تو فرقہ وارانہ خدمت ہے۔ مناسب یہی ہے کہ تبصرے میں تعریف و توصیف کے ساتھ ساتھ خامیاں اور کوتاہیاں بھی بیان کی جائیں۔

سیف اللہ خالد' کراچی

"اراکان: جدوجہد کا پس منظر" ("اخبار امت" ' اکتوبر ۲۰۰۰ء) ایک مفید' معلوماتی اور اراکانی مسلمانوں کی جدوجہد آزادی کی آئینہ تحریر ہے' تاہم اراکانی تنظیموں کے بیان میں ایک جگہ کچھ تھوڑی سی چوک ہو گئی ہے۔ اراکانی مسلمانوں کی دوسری قابل ذکر تنظیم حرکت الجہاد الاسلامی نہیں' بلکہ اراکان روہنگیا نیشنل آرگنائزیشن (ARNO) ہے جس کے پاس باقاعدہ معسکر ہے اور مجاہدین اور اسلحہ بھی ہے۔ پہلے اس کا نام ARIF (اراکان روہنگیا اسلامک فرنٹ) تھا۔ اس کے سربراہ کا نام نورالاسلام ہے۔ اپنے طور پر بھی اور "آر ایس او" کو ساتھ ملا کر بھی انھوں نے برمی فوج کے خلاف مسلح کارروائیاں کی ہیں۔ حرکت الجہاد الاسلامی اراکان افغان نژاد پاکستانیوں کی اراکانیوں پر مشتمل ایک شاخ یا تنظیم تھی۔ افغان جہاد کے دور میں یہ لوگ بھی اراکان میں جہاد کی باتیں اور ارادے ظاہر کرتے رہے مگر اب اگرچہ تنظیم کا نام نہیں بدلا مگر زور تعلیم اور رفاہی امور پر ہے' جہاد یا قتال پر نہیں۔ دوسری قابل ذکر تنظیم ARNO ہے۔ حرکت الجہاد کو تیسری تنظیم کہا جا سکتا ہے۔ افغان جہاد کے عروج کے زمانے میں اراکانی مسلمانوں نے بڑی تعداد میں تنظیمیں بنا رکھی تھیں مگر اب یہی تین باقی رہ گئی ہیں جن میں حرکت الجہاد' فی الواقع جہادی تنظیم نہیں رہی۔ دوسرا تسامح RSO کے سربراہ کے نام میں ہوا ہے۔ اس کے موجودہ امیر کا نام شیخ دین محمد ہے' ڈاکٹر یونس صاحب سابق امیر ہیں۔

عبدالمجید ساجد' لاہور

ڈاکٹر سید عبدالباری کے مضمون "نئی صدی میں ہماری ترجیحات" (اکتوبر ۲۰۰۰ء) نے واقعی دلوں کے تاروں کو چھیڑا ہے' اور کچھ سوچنے اور فکر کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ بلاشبہ ابھی وقت ہے کہ مسلمان "ذرائع ابلاغ' ترسیل معلومات اور ذرائع نشرواشاعت" کے جدید ترین وسائل استعمال کرنے کے ساتھ ساتھ تکنیکی وسائل تک بھی رسائی حاصل کریں۔ ان کا یہ فقرہ ہمارے دل و دماغ کے قفل کھولنے کے لیے کافی ہونا چاہیے: "کیا ہی اچھا ہو کہ میڈیا' رسل و رسائل اور ذرائع معلومات کے لیے ملت اسلامیہ کا ایک بین الاقوامی فورم وجود میں آئے" (ص ۴۹)۔

پروفیسر محمد منظور علی شیخ' لاہور

میں' الحمدللہ ترجمان القرآن کا مستقل خریدار ہوں۔ یہ جریدہ اپنے قارئین کی' اسلامی خطوط و منہاج پر قابل تحسین اخلاقی' معاشرتی اور سیاسی تربیت و رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہا ہے اور مسلم دنیا میں' اسلامی تحریک و انقلاب کا بہت بڑا نقیب و داعی ہے۔ رب کریم' محترم پروفیسر خورشید احمد صاحب اور ان کے رفقا کی زندگی میں برکت دے اور اپنی بے پایاں رحمت سے نوازے' آمین!

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی' علی گڑھ' بھارت

ایک غور طلب بات یہ ہے کہ معروف سوالوں کے طے شدہ جوابات کی تبلیغ یا ان کی نئے دلائل سے تائید کا کام اب

مجھے نہ زیادہ اہم نظر آتا ہے، نہ مفید اور نتیجہ خیز۔ بہت سے نئے سوالات سامنے آچکے ہیں جن سے ہم اپنی تحریروں میں کتراتے ہیں۔ ان کی طرف توجہ ضروری ہے۔ اس سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ خود ہم نئے سوالات اٹھائیں، ایسے سوالات جن کے جواب سمجھ میں نہ آتے ہوں۔ کیا ہماری قلمی دنیا ایسا کرنے کی متحمل ہے؟ کیا ہم ایسی فضا بنا سکتے ہیں کہ کچھ نئے لوگ نئے جوابات بے جھجک ہمارے غور کے لیے پیش کر سکیں؟

ابوالحسین، راولپنڈی

"فرقہ بندی" ("۶۰ سال پہلے"، ستمبر ۲۰۰۰ء) کے عنوان سے مولانا مودودیؒ کی مختصر تحریر کا بار بار مطالعہ کیا اور جتنی بار اس کو پڑھا اتنی ہی تشنگی بڑھتی گئی۔ یہ بھی مولانا مرحوم کی بصیرت کا کمال ہے کہ برسہا برس پہلے انھوں نے ہمارے اس مرض کو موضوع بنایا جو آج گلی گلی بلکہ گھر گھر سرایت کر چکا ہے۔

محمد فاروق، کوٹلی، آزاد کشمیر

"منصوبہ بندی اور معاشی ترقی" (اگست ۲۰۰۰ء) میں بڑی خوش اسلوبی سے ملک کے ہر فرد کو آگاہ کر دیا گیا ہے کہ دیکھو، قرآن کیا کہہ رہا ہے؟ کسی کے آنے سے کوئی تنگی نہیں ہوتی۔ جس ذی روح نے دنیا میں آنا ہے اللہ تعالیٰ اس کا رزق پہلے ہی زمین پر بھیج دیتے ہیں۔ مغربی تہذیب کے دانش وروں کو اندیشے اپنی کم شرح تولید کے بارے میں ہونا چاہییں نہ کہ دنیا بھر کی ماؤں کو بنجر بنانا ان کا مطمح نظر ہونا چاہیے۔ افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد بھی مغربی رویوں کے آگے جھکنے کے عادی ہو چکے ہیں۔